

تصوف کی

حقیقت

اور اس کا طریق کار

۲۶۰۹۲

۱۲-۱۵



تصوف اور اس کی شرعی حیثیت، سلاسل، اذکار اور اوراد اور دیگر اصطلاحات تصوف کی حقیقت، عہد جدید میں ہر مسلمان کے لیے تصوف کی اہمیت پر ایک مستند اور جامع تحریر

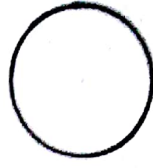
از

جناب مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم
استاذ جامعہ دارالعلوم - کراچی

ادارہ اسلامیات

۱۹۰- انارکلی، لاہور ۲، پاکستان

فون: ۴۲۳۳۹۹۱ — ۳۵۳۲۵۵



نام کتاب: "تصوف کی حقیقت اور اس کا طریق کار"
طباعت اول: اپریل ۱۹۹۴ء بمطابق ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
باہتمام: اشرف برادران سلمہ الرحمٰن
ناشر: ادارہ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی لاہور ۲
فون: ۴۲۴۳۹۹۱ - ۳۵۳۲۵۵
کتابت: مشاق احمد غوث نویس جلاپوری

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات - ۱۹۰ - انارکلی لاہور ۲
اشرف منزل گارڈن ایسٹ بسیلہ چوک کراچی ۵
دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم، جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی ۱۴
ادارہ المعارف، جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی ۱۴

عرض مؤلف

زیر نظر کتابچہ درحقیقت جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء میں موصول ہونے والے دو مکاتیب کا جواب ہے۔ یہ دونوں جواب بجز اللہ مخدومی و مشفق حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی کی نظر سے گزرے اور انہوں نے دعائیہ کلمات کے ساتھ تصدیقی دستخط بھی ثبت فرمائے۔ ان میں سے پہلا جواب انہی کے حکم پر "البلاغ" میں بھی شائع ہوا اور بجزہ تعالیٰ پسند کیا گیا۔ چونکہ "تصوف" کا مسئلہ بھی بعض دیگر مسائل کی طرح افراط و تفریط کا شکار ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ یہ جواب مختصر کتابچہ کی صورت میں علیحدہ بھی شائع کر دیئے جائیں تاکہ تصوف کی حقیقت اور اس کے حصول کا صحیح طریقہ واضح رہے اور اگر کوئی صاحب ایک نشست میں اسے سمجھنا چاہیں تو ان کے لئے آسانی ہو۔

رسالہ کی اشاعت کے وقت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے چند قیمتی ملفوظات بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کی اشاعت کو احقر کے لئے نافعیت اور نجات اخروی کا ذریعہ بنا دے۔ وما ذلک علی اللہ العزیز

احقر

محمود اشرف غفرلہ





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

تصوف کی حقیقت اور اس کا طریق کار

سوال

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ !
آج کل میں روحانی سکون اور تزکیہ نفس کے لئے کسی سلسلہ ذکر سے منسلک
ہونے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ چند باتوں کی وضاحت درکار ہے امید ہے کہ
آپ راہنمائی فرمائیں گے۔

- ۱۔ تصوف کے مختلف سلسلوں کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟
- ۲۔ کیا ان سلسلوں میں بعض مخصوص اذکار مخصوص طریقوں سے کرائے جاتے ہیں وہ سنت
سے بھی ثابت ہیں ؟ یا بدعت ہیں ؟
- ۳۔ قرآن و سنت سے تزکیہ نفس کا کون سا طریقہ ثابت ہے ؟ کیا زمانوں کی تبدیلی
سے تزکیہ نفس کے طریقہ میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے ؟
- ۴۔ (الف)..... کے سلسلہ میں سانس کے ذریعے ذکر اللہ کرایا جاتا
ہے۔ (ب) یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے فوت شدہ بزرگوں سے

ملاقات کرانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟
(ج) کیا اس سلسلہ ذکر میں شامل ہونا چاہیے؟

۵۔ کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ روحانیت سے متعلق اسلامی اور غیر اسلامی سلسلوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ صرف ارتکازِ توجہ کا کمال ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لئے کوئی طریقہ بھی اپنایا جاسکتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جوابی لفاظی ارسال کر رہا ہوں امید ہے جلد جواب مرحمت فرمائیں گے۔

والسلام

الجواب

محترم و مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!
گرامی نامہ موصول ہوا۔ تصوف اور تزکیہ نفس کے بارے میں آپ کے سوالات نظر سے گزرے۔ ان سوالات کا جواب سمجھنے کے لئے تصوف اور تزکیہ نفس سے متعلق بعض بنیادی امور کا سمجھنا ضروری ہے اس لئے تصوف کی حقیقت سے متعلق اولاً تمہید تحریر کی جاتی ہے جس کے بعد آپ کے سوالات کا جواب علیحدہ علیحدہ پیش کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہ سمجھانے اور سمجھنے میں اخلاص نصیب فرمائے۔ آمین!

اولاً یہ سمجھنا چاہیے کہ پورے دین کا مقصود نجات کاملہ اور قرب خداوندی ہے۔ یعنی آخرت میں بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہو جائے اور دنیا اور جنت میں

لَا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَالْمَا تُوَفَّوْنَ اَجْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ
وَادْخَلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعٌ الْعُرُوْرُ (آل عمران: ۱۸۵)

”ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو تمہاری پوری پاداش قیامت ہی کے روز
(بقیہ حاشیہ محلہ صلا پر)

۴) حسن کو ایمان معلیٰ کہا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ شانہ کا زیادہ سے زیادہ قرب و دیدار نصیب ہو لے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ پورے دین پر عمل کیا جائے اور کامل دین دار بنا جائے۔ شریعت کے تمام احکام کو تسلیم کیا جائے اور ان پر دل و جان سے عمل کیا جائے چاہے شریعت کے وہ احکام انسان کے ظاہر سے متعلق ہوں یا انسان کے باطن سے متعلق ہوں۔ دونوں قسم کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر نجات کاملہ اور قرب خداوندی کی امید رکھنا بے کار ہے۔

تحریر

دین کے جو احکام ظاہر سے متعلق ہیں چاہے وہ اوامر ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، کسب حلال وغیرہ یا نواہی ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے جیسے زنا، چوری، ڈاکہ، شراب نوشی، حرام خوری وغیرہ۔ ان سے علم فقہ میں بحث کی جاتی ہے۔ یہ احکام کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اجماع اور قیاس سے ثابت ہوتے ہیں۔

اس دین کے جو احکام انسان کے باطن سے متعلق ہیں چاہے وہ اوامر ہوں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ مثلاً صبر، شکر، تقویٰ، اخلاص، رضا وغیرہ وغیرہ یا نواہی ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا جیسے تکبر، غضب، حرص، حسد، ریاء

(بقیہ حاشیہ ۵ سے) ملے گی تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں مگر صرف دھوکے کا سودا ہے۔“

لہ واسجد و اقترب: نماز پڑھتے رہتے اور قرب حاصل کرتے رہتے۔“ (العلق: ۱۹)
لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھے اور موت کے بعد کی تیاری کرے اور وہ شخص عاجز ہے جو خواہشات نفس کی پیروی کرتا رہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے امید رکھے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۱ بحوالہ ترمذی ابن ماجہ)۔

وغیرہ، ان سے ”علم تصوف“ میں بحث کی جاتی ہے۔ یہ احکام بھی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس ہی سے ثابت ہیں۔ اس تصوف کو سلوک اور فقہ باطن کہا جاتا ہے۔

گویا تصوف کا موضوع اور اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان باطن کے اچھے اخلاق (اخلاق

حمیدہ) کو اپنے اندر پیدا کرے جنہیں پیدا کرنے اور زندگی میں جاری رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ مثلاً صبر، شکر، تقویٰ، اخلاص، رضا وغیرہ۔ اور باطن کے برے اخلاق (اخلاق رذیلہ) کو اپنے اندر سے دور کرے اور ہرگز ان کے مقتضاء پر عمل نہ کرے۔ مثلاً :-

۱ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا - (آل عمران : ۲۰۰)

”اے ایمان والو! صبر کرو“

۲ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ - (البقرة : ۱۵۲)

”اور میرا شکر کرو، اور میری ناشکری نہ کرو“

۳ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ - (القرآن)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو“

۴ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ (البینہ : ۵)

”اور انہیں نہیں حکم دیا گیا مگر اس بات کا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے

دین کو خالص کرتے ہوئے کیسے ہو کر“

۵ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (البینہ : ۸۱)

”اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے“

تکبر، غضب، حرص، حسد اور لیاؤ وغیرہ۔

آسانی کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تصوف کا موضوع اور اصل مقصود «تذکیۃ نفس» ہے۔ یعنی اپنے باطن کو پاک صاف کرنا۔ البتہ تصوف میں جن اخلاق کا ذکر کیا جاتا ہے ان سے متعلق دو باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہیں۔ ان باتوں کے ذہن میں رکھے بغیر غلطی کا قوی امکان ہے۔

اولاً یہ کہ جو اخلاق تصوف کا موضوع ہیں چاہے وہ اخلاق حمیدہ ہوں یا اخلاق مذلیلہ اُن سے باطنی اخلاق مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ وہ علامات اور آثار مراد نہیں جو ان باطنی اخلاق پر بسا اوقات مرتب ہوتے ہیں اور جو ایک عام آدمی کو بھی باسانی نظر آجاتے ہیں اور جن سے باطن پر اکثر استدلال

۴۲۳
لے کہ لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرۃ من کبر۔ (مسلم شریف مشکوٰۃ المصابیح)

» وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا۔

۴
والکافمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین (آل عمران: ۱۳۴)
» اور غصہ کو پلنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

۴
ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ اذواجنا منهم زہرۃ الحیوة الدنیا (طہ: ۱۳۱)
» اور آپ ہرگز اُن چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے جو ہم نے کفایت کے مختلف گروہوں

کو فائدہ اٹھانے کے لئے دی ہیں کہ یہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہیں۔

۴
ومن شر حاسدا اذا حسد (العلق: ۵) » اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرتے ہے۔

۴
ان یتسیرا الزیادۃ شریک (سنن ابن ماجہ) » بے شک تھوڑی سے زیادہ بھی شرک ہے۔

(نوٹ) یہاں صرف ایک ایک حوالہ دیا گیا ہے ورنہ ہر موضوع پر قرآن و سنت سے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

بھی کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ آثار و علامات اگرچہ درست ہوتے ہیں مگر ان کی حقیقت کے پہچاننے میں عام انسان کو غلطی ہو جاتی ہے۔

مثلاً ظاہری تواضع اکثر تواضع قلبی پر دلالت کرتی ہے مگر ایسا بھی ہوتا ہے (۱) اور بکثرت ہوتا ہے کہ آدمی ظاہراً متواضع ہوتا ہے مگر اُس کا دل تکبر سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور کبھی کوئی آدمی ظاہراً اپنا سر بلند کر کے دکھاتا ہے مگر اُس کے دل میں تواضع اور خشیت بھری ہوتی ہے۔ سلوک و تصوف میں پہلا شخص متکبر ہے گو دیکھنے والے اُسے متواضع سمجھتے ہوں۔ اور دوسرا شخص متواضع ہے گو دیکھنے والوں کو اُس پر متکبر ہونے کا گمان ہونے لگتا ہو۔

دوم یہ کہ جس طرح فقہ ظاہر میں کامل دیندار بننے کے لئے نماز، روزہ وغیرہ میں صرف کسی ایک وقت کی نماز پڑھ لینا یا ایک دن کا فرض روزہ دکھ لینا کافی نہیں بلکہ تمام فرائض و واجبات مع سنن مؤکدہ کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح فقہ باطن تصوف میں بھی کسی ایک دو نعمتوں پر شکر کر لینا یا کسی ایک دو موقعوں پر صبر کا مظاہرہ کر لینا کافی نہیں بلکہ تزکیہ نفس کے کمال کے لئے ان کا قلب میں رچ بس جانا ضروری ہے۔ یعنی شکر کے تمام مواقع پر زبانی، عملی اور قلبی شکر ادا کرنا اور صبر کے تمام مواقع پر موقع بموقع صبر اختیار کرنا ضروری ہے۔

جس طرح فقہ میں کبھی کبھی چوری کر لینا، کسی کسی جگہ حرام کمائی کھا لینا کامل دیندار ہونے کے منافی ہے۔ اسی طرح تصوف میں کبھی کبھار تکبر اختیار کر لینا، کسی کسی عبادت میں ریا کر لینا، کہیں کہیں ناجائز غصہ کر لینا۔ تزکیہ نفس کے کمال کے منافی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ تصوف میں اخلاق حمیدہ کا حصول بدرجہ ملکہ اور اخلاقِ رذیلہ کا

ازالہ (یا مالہ) بدرجہ زوال ضروری ہے۔ (۲)

جب اخلاقِ حمیدہ کا حصول بدرجہ ملکہ اور اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ بدرجہ زوال

ہو جائے تب کہا جاسکتا ہے کہ ”تزکیہ نفس“ ہو گیا ہے اور تصوف کی حقیقت اُس کو حاصل ہو گئی ہے۔ یہ وہی تزکیہ نفس ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی گنجی قرار دیا۔ اور فرمایا :-

قد افلح من زكّھا و قد خاب من دسّھا - (الشمس : ۹)
 ”یقیناً وہ کامیاب ہے جس نے اس نفس کو پاک کر لیا اور وہ ناکام ہے جس نے اسے گناہوں میں دبا دیا“

اور یہ وہی تزکیہ نفس ہے جسے قرآن حکیم نے نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے :-

لقد من اللّٰه علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم
 یتلو علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلّمہم الکتاب و الحکمۃ و
 ان كانوا من قبل لفی ضلال قبین - (آل عمران : ۱۶۴)

”حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ اُن میں اُن ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کا تزکیہ کرتے رہتے ہیں اور اُن کو کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور یقیناً یہ لوگ اس سے پہلے گمراہی میں تھے“

اس آیت (نیز سورہ بقرہ آیت ۱۲۹) سے واضح ہے کہ تلاوتِ قرآن پاک، تعلیم کتاب و حکمت کے علاوہ ”تزکیہ نفس“ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے تھا۔ بس یہی ”تزکیہ نفس“ تصوف کا مقصود ہے۔

اور جب قرآن کریم کے نازل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور امت کی ہدایت اور اُن کے تزکیہ کا کام آپ کے سپرد کیا تو اس

سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ علم اور کتاب تزکیہ کے لئے کافی نہیں بلکہ تزکیہ کے لئے کسی ”مزرگی“ کا وجود ضروری ہے جس کی رہنمائی اور تربیت کے ذریعے یہ دولت حاصل کی جاسکے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے لئے مزرگی اور شیخ تھے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بعد آنے والے تابعین کے لئے مزرگی اور شیخ کا درجہ رکھتے تھے۔ اور اس طرح نسل بعد نسل یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:-

”بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل ہوا ہے۔ موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا حتیٰ کہ بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدہ سے نہ اٹھایا جاسکے گا۔ بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی پکڑنے کا اندازہ بھی نہیں آتا۔ بلا خوش نویس کے پاس بیٹھے اور بلا قلم کی گرفت اور کشش دیکھے ہرگز کوئی خوش نویس نہیں ہو سکتا۔ غرض بدوں کسی کامل کی صحبت کے کوئی کامل نہیں بن سکتا۔“

گر ہوائے این سفر داری دلا دامن رہبر بگیر و پس بیا
 بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق
 ”یعنی اے دل اگر اس سفر کی خواہش ہے تو رہبر کا دامن پکڑ کر
 چلو۔ اس لئے کہ جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی
 عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔“

(بحوالہ شریعت و تصوف ص ۱۰۶)

تزکیہ نفس کے دو طریقے

قرآن و سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ تزکیہ نفس دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک مجاہدہ یعنی خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت اور دوسرے تقرب بالنوافل یعنی اذکار و نوافل اور دیگر اعمالِ خیر کے ذریعے تقرب الی اللہ۔ ان میں سے بھی پہلا طریق یعنی مجاہدہ تزکیہ نفس کے لئے اصل ہے۔ اور دوسرا اُس کے لئے معین و مددگار ہے۔

مجاہدہ | مجاہدہ شریعت میں مقصود اور مطلوب ہے۔ قرآن و سنت میں اس کا حکم اور سلف صالحین میں اس کی بے شمار نظائر ہیں۔
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَجَاهِدْ وَاِنِیْ اِلَیْهِ رَاجِعُ (الحج : ۷۸)

”اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ایسی کوشش کرو جیسے اُس کا حق ہے“

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَمَنْ جَاهَدْ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ - (العنکبوت : ۶)

”اور جو شخص مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے مجاہدہ کرتا ہے“

مزید حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے :-

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فَاِنَّا لَنَنْصُرُهُمْ وَاِنَّا لَمَعَ الْاَحْسَابِ (المحسنین : ۶۹)

”اور جو لوگ ہمارے واسطے مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنے

رستے ضرور دکھا دیں گے“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :-

”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :-

المجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله - (مشکوٰۃ ص ۱۵)

”مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے“

ہم جیسے ناز پروردہ لوگ اب مجاہدہ کی بات سنتے ہیں تو چونک جاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں طالبِ سلوک کے لئے مجاہدہ لازمی ہے خواہ وہ تصوف میں داخل ہونے کے بعد مجاہدہ کرے یا اس طریق میں داخل ہونے سے پہلے کہ چکا ہو اور خواہ مجاہدہ اپنے اختیار سے کرے یا منجانب اللہ اُس پر ایسے غیر اختیاری حالات پیش آجائیں جن سے مجاہدہ اضطراری ہو جائے مگر مجاہدہ بہر حال ضروری ہے۔

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مجاہدات و ریاضات بعد کے صوفیاء نے تزکیہ نفس کے لئے اپنائے ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ ان مجاہدات کا منبع خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نفوسِ قدسیہ ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی اشاعت اور اس کی سر بلندی کے لئے کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں اور صحابہ کرام نے آپ کی اقتداء میں دین کو تھامتے اور اس کی اشاعت کے لئے کیا کچھ تکلیفیں اٹھائیں یہ نفوسِ قدسیہ اپنے تزکیہ نفس کے سلسلہ میں کس قدر ہشیار تھے اور اُس کے لئے ہمہ وقت مجاہدہ کے لئے کس طرح تیار رہتے تھے اس کا اندازہ کرنے کے لئے ان نفوسِ قدسیہ کے بارے میں صرف ایک ایک روایت پیش ہے :-

۱۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر آپ ہمارے گھر میں آرام فرماتے تھے ٹاٹ کا تھا جسے ہم حضور کے لئے دُہرا کر کے بچھاتے تھے، آپ اس پر آرام فرماتے۔ ایک رات میں نے یہ سوچ کر کہ آپ کو زیادہ آرام ملے بستر کو مزید دُہرا کر کے چار تہیں کر دیں۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ آج رات تم نے میرے لئے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے عرض کیا وہی پرانا بستر تھا ہم نے صرف اُس کی

چار تہیں کر دی تھیں۔ آپ نے فرمایا اسے پہلی حالت میں کر دو کیونکہ اس بستر کے گزارنے مجھے
 آج رات کی نماز سے روک دیا تھا۔ (شامل ترمذی باب ماجاء فی فراش رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔)

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت
 میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں۔ عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! اللہ
 آپ کی مغفرت فرمائے یہ کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”اس زبان نے مجھے
 بہت مصیبتوں میں مبتلا کیا ہے۔“ (مشکوٰۃ بحوالہ مؤطا امام مالک ص ۱۵۰، احیاء العلوم
 بحوالہ بیہقی و دارقطنی ص ۳۵۵ جلد ۳)۔

۳۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نماز کے بعد تقریر کا اعلان کیا۔
 جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے حمد و ثنا کی، درود بھیجا اور پھر فرمایا ”اے لوگو! میں نے
 وہ زمانہ دیکھا ہے جب میں بنی مخزوم میں اپنی خالوں کی بکریاں چراتا تھا اور وہ مجھے اس
 کے عوض میں ایک مٹھی کھجور اور کشمش دیا کرتی تھیں میں اسی سے اپنا سارا دن بسر کرتا تھا
 وہ بھی کیا دن تھے۔“

تقریر ختم ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا اے امیر المؤمنین!
 آج تو آپ نے اپنے عیب بیان کرنے کے سوا کوئی بات نہیں کی۔ فرمایا۔ اے ابن عوف!
 میں تنہائی میں تھا۔ میرے نفس نے مجھ سے کہا تو امیر المؤمنین ہے۔ مسلمانوں میں تجھ سے
 افضل کون ہوگا؟ تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنے نفس کو کچلوں اور اُسے سزا دوں۔“

(از حیات الصحابہ ص ۲۵۹ حصہ ۷)

صرف ان تین روایات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ نفوس قدسیہ اپنی ذات
 کے بارے میں کس قدر محتاط تھے؟ اور اپنے اعمال اور اپنے قلوب پر کیسے نگاہ رکھتے تھے اور
 ان کے لئے ہمہ وقت مجاہدہ کے لئے کس طرح تیار رہتے تھے۔

۱ - اصل حکم ذکر اللہ ہے۔ قرآن حکیم میں صاف حکم دیا گیا ہے :-
 یا ایہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً و سجدوا بکرتہ و اصیلوا۔
 (سورۃ الاحزاب : ۴۲)

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح شام اس کی تقدیس کرتے رہو“

اور قرآن مجید میں عقلمند لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:
 الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم و یتفکرون فی
 خلق السموات و الارض - (سورہ آل عمران : ۱۹۱)

”یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، کھڑے بھی، لیٹے بھی، لیٹے ہوئے بھی۔ اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
 ”اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں“

(مسند احمد : بحوالہ معارف القرآن ص ۱۷۷ ج ۷)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتی ہیں :-

کان ینذکروا اللہ تعالیٰ علی کل احیانہ - یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام ہی اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے“

(مسلم، ترمذی، ابوداؤد بحوالہ الجامع الغنی للسیوطی ص ۱۱۶)

ان چند آیات و احادیث ہی سے یہ بات واضح ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی ذکر اور اس کی یاد کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر حالت میں
 لہ مسند احمد ص ۳۷ ج ۳ مسند ابی سعید الخدری :

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اس لئے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جائز ہے۔ کھڑے ہو کر ہو، بیٹھ کر ہو، پہلو پر ہو، لیٹ کر ہو، سر جھکا کر ہو یا سر اٹھا کر یا سر ہلا کر، ذکر جلی ہو یا ذکر خفی ہو۔ کلمہ طیبہ کا ذکر ہو یا تیسرے کلمہ کا، تسبیح ہو یا تحمید، دو ڈسٹری ہو یا استغفار۔ یہ سب ستر ہوں یا جہرا، انفراداً، ہو یا اجتماعاً سب جائز ہیں۔ ذکر اللہ کی کوئی صورت ممنوع نہیں (الایہ کہ اس میں ذکر اللہ کی بے ادبی اور اہانت ہو۔)

(تفسیر قرطبی ص ۳۱۱ ج ۷)

مشائخ اپنے تجربے کی بناء پر طالب کے لئے کسی خاص وقت میں ذکر اللہ کے کسی خاص طریقہ کی تلقین کر دیتے ہیں جس سے عادت و تجربتہ اُسے نفع زیادہ ہوتا ہے۔ یہ مخصوص طریقہ نہ ممنوع ہے نہ خلاف سنت۔ البتہ اسے سنت کہنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ ایک خاص وقت میں یہ خاص طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً ثابت نہیں اگرچہ قرآن و سنت کی کسی نص سے یہ ممنوع بھی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ ذکر اللہ باعث ثواب ہے اس کے جتنے طریقے صوفیاء کے یہاں مروج ہیں وہ اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہیں انہیں سنت سمجھنا بھی غلط ہے اور انہیں مطلقاً بدعت کہنا بھی غلط ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ذکر اللہ کے ان مخصوص طریقوں کو سنت سمجھے گا تو اُس کے حق میں یہ بدعت ہوں گے۔ مثلاً ان خاص طریقوں کو جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول سمجھے یا ان میں زیادہ ثواب کا قائل ہو۔

۳۔ اوپر عرض کر دیا گیا کہ قرآن و سنت سے تزکیہ نفس کے اصولی طور پر دو طریقے منقول ہیں مگر اس کی جزئیات بے شمار ہیں۔ ہر دور کے محقق مشائخ و عارفین اپنے زمانے، حالات اور اشخاص کے مطابق ان جزئیات میں تقسیم، تاخیر اور تبدیلی کرتے رہتے ہیں مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشائخ خود سنت مطہرہ کے پابند ہوں۔ بدعات سے اجتناب کرتے ہوں اور کسی قابل اعتماد شیخ سے اجازت یافتہ ہوں تاکہ

بدعات میں ابتلاء اور صراطِ مستقیم سے انحراف کی نوبت نہ آئے۔ کیونکہ تقویٰ اور سلوک کے اس راستہ کے دونوں طرف بدعات اور افراط و تفریط کے کانٹے موجود ہیں جن سے اپنا اور اپنے مریدوں کا دامن بچانا آسان نہیں۔

۴۔ (الف) یہ طریقہ ”پاسِ انفاس“ کہلاتا ہے۔ اگر اسے سنت نہ سمجھا جائے، اس طریقہ کو زیادہ ثواب والا طریقہ نہ سمجھا جائے اور اس کے نہ کرنے والے پر کوئی ملامت نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر افسوس کہ بعض طالبانِ سلوک اس میں غلو کرنے لگتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ان کا شیخ اُن کے لئے ذکر کا کوئی خاص طریقہ تجویز کرتا ہے اور اس کے اختیار کرنے سے انہیں کسی قسم کا نفع ہوتا ہے تو اب یہ حضرات اس خاص طریقہ ہی کو مقصود سمجھنے لگتے ہیں۔ بہ شخص کو اس کی دعوت دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا بندہ ان کے اس طریقہ کو نہ اپنائے بلکہ ذکر اللہ کے دوسرے طریقوں کو اختیار کرے اُسے محروم سمجھتے ہیں اور اُسے بنظرِ حقارت یا بنظرِ افسوس دیکھتے ہیں۔

پھر بعض اوقات اس سے بھی بڑھ کر یہ غلو کیا جاتا ہے کہ اس مخصوص طریقہ کو (صحیح علمِ دین نہ ہونے کی بناء پر) سنت سمجھ بیٹھتے ہیں اور اُس کے نہ کرنے والے پر ملامت کرتے ہیں اور اس طرح اُن کا یہ طرزِ عمل، حدودِ شرع سے متجاوز ہو کر بلاشبہ بدعت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسے مواقع پر اس کا ترک ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لئے عوام اور کم علم پیروں کے اس طرزِ عمل کو مد نظر رکھتے ہوئے آج کل محقق مشائخ اس قسم کے طریقوں کی عام حوصلہ افزائی نہیں کرتے اور اسے صرف بقدرِ ضرورت کسی مخصوص شخص کی حد تک محدود کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(ب) ارواح سے ملاقاتِ خواب یا مکاشفہ میں ممکن ہے مگر یہ ملاقات و زیارت نہ مجاہدہ میں داخل ہے نہ بذاتِ خود طریق کا مقصود ہے۔ → اس میں بھی کچھ تفصیل ہو جائے گی

(ج) اس کا مدار طالب کی اس سلسلہ سے مناسبت و عدم مناسبت پر ہے نیز

اس امر کا ہے کہ اس کے ذہن میں طریق کا مقصود کیا ہے ؟
 ۵ - اب تک جو کچھ عرض کیا گیا یہ تصوف سے متعلق تھا جو اسلام میں مطلوب ہے
 یعنی تزکیہ نفس کا حصول۔ اور اس کا طریق دو چیزیں ہوں گی مجاہدہ اور تقرب
 بالنوافل، اور اس کا ثمرہ ہے دنیا و آخرت میں تقرب الی اللہ جو مومن کا مقصود اصلی
 اور اصلی کمال ہے۔ وفقنا اللہ تعالیٰ لہ۔

بعض لوگوں کو راہبوں، جوگیوں، بدھ لوگوں کے حالات سے شبہ لگ جاتا
 ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بھی مجاہدہ کرتے ہیں اور انہیں بھی بظاہر روحانی کمال حاصل ہو
 جاتا ہے تو پھر اسلامی اور غیر اسلامی کا فرق کیا ہے ؟

تو سمجھنا چاہیے کہ انسان دو چیزوں سے مل کر بنا ہے ایک جسم اور دوسرا رُوح
 مگر اس میں رُوح اصل اور حاکم ہے اور جسم تابع اور محکوم ہے۔ جسم کو ترقی دی جائے تو
 جسم مضبوط، طاقت ور، حوصلہ مند اور موثر ہو جاتا ہے خواہ کافر کا ہو یا مسلمان کا۔
 اور رُوح کو ترقی دی جائے تو رُوح مضبوط، طاقت ور، حوصلہ مند اور موثر ہو جاتی ہے
 خواہ کافر کی ہو یا مسلمان کی۔

جوگی، راہب، بدھ وغیرہ جب اپنے کافرانہ طریقوں سے مجاہدہ کرتے ہیں
 تو ان کی رُوح توانا، مضبوط، حوصلہ مند اور موثر ہو جاتی ہے مگر انہیں تزکیہ قلب نصیب
 نہیں ہوتا اور تقرب الی اللہ کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب مومن
 شریعت مطہرہ کا اتباع کرتے ہوئے مجاہدہ کرتا ہے تو اس کی رُوح بھی توانا، حوصلہ مند
 اور موثر ہو جاتی ہے مگر اس کے ساتھ اس کا تزکیہ قلب ہو کر اُسے تقرب الی اللہ نصیب
 ہوتا ہے جو معراج مومن ہے۔

۱) اگر مسلمان جنت میں جائے گا جبکہ کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اس کی آسان مثال گدلا آئینہ ہے جس پر غبار اور گندگی جمی ہوئی ہو اسے پاک پانی سے دھو کر صاف کیا جائے تو آئینہ چمک بھی جائے گا اور پاک صاف بھی ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر اسی آئینہ کو پیشاب سے دھویا جائے تو آئینہ چمک تو جائے گا مگر اُس کے پاک صاف ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ وہ چمکتا ہوا آئینہ ناپاک اور بدبودار ہی رہے گا۔ اس کے لئے پاک پانی کا استعمال کرنا ہی ضروری ہے۔

آپ کی خواہش پر یہ سطور تحریر کر دی گئیں ورنہ تصوف و سلوک کا تعلق کتابوں سے نہیں عمل سے ہے۔ اور ظاہری اعمال سے نہیں بلکہ قلبِ مومن کے باطنی اعمال سے ہے۔ اور یہ باطنی اعمال کتابوں سے نہیں بلکہ کسی صاحبِ نسبت، حاذقِ شیخ ولی اللہ کے زیرِ تربیت رہ کر حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا ظاہر و باطن قرآن و سنت کے مطابق بنانے کی توفیق عطا کرے۔ ہم سب کو تزکیہ نفس کی دولت نصیب فرمائے اور اپنے فضلِ محض سے دنیا و آخرت میں بعافیت اپنے قُرب کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین -



نوٹ

قرآن حکیم اور تفسیر و احادیث کی مشہور کتابوں کے علاوہ کہ جن کا حوالہ مضمون میں درج کر دیا گیا ہے، درج ذیل کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اگرچہ ان کا حوالہ مضمون میں درج نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

۱۔ تفسیر معارف القرآن

حضرت امام غزالی قدس سرہ

۲۔ احیاء علوم الدین

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

۳۔ التلکشف عن مہمات التصوف

" " " " " "

۴۔ حقیقت تصوف و تقویٰ

" " " " " "

۵۔ شریعت و طریقت

" " " " " "

۶۔ تربیت الساک

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی

۷۔ بصائر حکیم الامت

حضرت مولانا عبدالباری ندوی

۸۔ تجدید تصوف و سلوک

حضرت مولانا مسیح اللہ شیرانی

۹۔ شریعت و تصوف

از حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہ و

۱۰۔ نجی مکاتیب

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب قدس سرہ

فقط

محمود اشرف عثمانی غفر اللہ لہ

دارالافتاء، جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۶ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

اصناف المکتب فیما احاب واحاد فیما افاد
عندہ اللہ تعالیٰ وودقہ از شمال اہل شام

احقر محمد تقی عثمانی مفتی مدنی

دارالافتاء، دارالعلوم کراچی

۱۱ - ۱ - ۱۴۱۳ھ

مفتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

تصوف کے سلسلے

اور بیعت کی حقیقت

واجب الاحترام ذی قدر جناب حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مکرمی! آپ نے ماہنامہ ”البلاغ“ میں تصوف سے متعلق جو مکالمہ پیش کیا بہت پسند آیا وہ میں نے تین مرتبہ پڑھا۔ بہت ہی مکمل اور مدلل ہے اور ہر پہلو کو شامل ہے۔

اس کے پڑھنے سے دو تین سوال ذہن میں اُبھرے ہیں جو میں آپ کو لکھ رہا ہوں :-

۱۔ تصوف کے کل کتنے طریقے ہیں؟ جناب نے صرف دو طریقوں یعنی چشتیہ اور نقشبندیہ کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ ان طریقوں کا موجد کون ہے؟ اور کب سے یہ طریقے شروع ہوئے ہیں؟

۳۔ بیعت کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اور کیا غائبانہ بیعت ہو سکتی ہے؟

شکریہ! طالبِ دُعا

.....
پشاور مہینٹ

الجواب ۷۸۶

محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!
گرامی نامہ موصول ہوا۔ مضمون پڑھنے کا علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ راقم اور قارئین
کے لئے اس تحریر کو نافع بنائیں۔ آمین

آپ کے سوالات کے جواب درج ذیل ہیں :-

۱ ، ۲ - مشائخ کرام رحمہم اللہ کے چار سلسلے زیادہ معروف ہیں -

سلسلہ قادریہ :- جو سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
(۴۷۰ - ۵۵۶) کی طرف منسوب ہے -

سلسلہ چشتیہ :- جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ (۵۲۷ - ۶۳۳) کی طرف منسوب ہے -

سلسلہ سہروردیہ :- جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ
(۵۳۹ - ۵۶۳۲) کی جانب منسوب ہے -

سلسلہ نقشبندیہ :- جو حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ
(۷۱۸ - ۷۹۱) کی جانب منسوب ہے -

ان چاروں سلسلوں کے ان مشائخ عظام کی شہرت اس لئے زیادہ ہوئی کہ
اللہ تعالیٰ نے ان چاروں اولیاء اللہ سے تزکیہ کا بہت کام لیا۔ ان کا فیض بہت
عام بھی تھا اور ہر لحاظ سے تام بھی۔ ان مشائخ نے سلوک و تصوف میں علماء و
عملاً گرانقدر خدمات انجام دیں جس کی وجہ سے بعد کے آنے والے مشائخ نے ان
کی عظمت اور شان عبدیت کو علی الاعلان تسلیم کیا اور اپنے آپ کو ان کی طرف
منسوب کرنے میں اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت سمجھی۔ اگرچہ ان چار کے

عدا وہ دیگر اولیاء کرام کی شان سے بھی انکار ممکن نہیں ہے اور ان کی علمی اور عملی خدمات اپنی جگہ مسلم ہیں۔

یہ چاروں سلسلے اوپر کی جانب مختلف اور مسلم جلیل القدر اولیاء اللہ کے واسطوں سے ہوتے ہوئے تابعین کرام رحمہم اللہ اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچتے ہیں۔ ان چاروں سلسلوں میں بیعت کے طریقہ کی انتہا خلفائے راشدین پر ہوتی ہے۔ جس کے بعد خلفائے راشدین کی یکے بعد دیگرے ایک دوسرے سے بیعت اور پھر ان خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر (ایمان، جہاد اور ترکِ معاصی پر) بیعت کسی ثبوت اور دلیل کی محتاج نہیں ہے۔

ان چاروں سلسلوں میں نیچے کی جانب مختلف شاخیں وجود میں آئیں اور یہ روحانی سلسلے شاخ در شاخ اب تک جاری ہیں (جیسے جسمانی طور پر سبھی خاندانوں میں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا ہے) عام طور سے تصوف کے چودہ خانوادے مشہور ہیں مگر حضرت گنگوہی قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

» اور چار خاندان قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ ہیں۔ اور خانوادہ اُس کو کہتے ہیں جو ان میں سے شاخیں نکلی ہیں۔ سوشائیں بہت ہیں۔ چودہ خانوادے جس نے لکھے ہیں اُس وقت میں چودہ تھے اس کے بعد بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ غرض خانوادہ بہت ہیں، چودہ کسی خاص وقت میں تھے۔ اب چودہ کہنا درست نہیں پرانا لفظ ہے۔“
(مکاتیب رشیدیہ ص ۹۷ طبع میرٹھ)

ہمارے قریبی زمانے میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (قدس اللہ اسرارہم) کے سلسلوں میں طالب سلوک سے

چاروں سلسلوں میں بیعت لی جاتی ہے تاکہ تمام اولیاء اللہ کا ادب ملحوظ خاطر رہے اور اولیاء اللہ میں تفریق کرنے کی خرابی پیدا نہ ہو۔

۳۔ مشائخ کرام رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ نجاتِ کاملہ کے لئے صدقِ دل سے توبہ نصوح کرنا اور اپنا تزکیہ نفس کرنا ضروری ہے۔ بیعت اس کے لئے کوئی لازم نہیں ہے مگر چونکہ بیعت کے ذریعے مُرید اپنے شیخ کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے انہیں چھوڑنے کا پختہ عہد اور اپنا تزکیہ نفس کرانے کا پکا وعدہ کرتا ہے جس سے مُرید کے لئے یہ دونوں کام آسان ہو جاتے ہیں اور شیخ کو بھی اُس پر توجہ زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے تمام سلسلوں میں یہ بیعت رائج ہے۔ اس کا طریقہ بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ شروانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”بیعت، جس کا حاصل معاہدہ ہے اعمالِ ظاہری و باطنی کے اہتمام اور التزامِ احکام کا اس کو بیعتِ طریقت کہا جاتا ہے جو از سلف تا خلف بتواتر رائج ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب فرما کر علاوہ بیعتِ جہاد و بیعتِ اسلام، التزامِ احکام و اہتمامِ اعمال کے لئے بیعت فرمایا ہے متعدد احادیث سے ثابت ہے..... شیخِ مرید کے دلہنے ہاتھ کو اپنے دلہنے ہاتھ میں لیکر بیعت کرتا ہے اور کثیر جمع کو بدریغہ رومال وغیرہ بیعت کیا جاتا ہے اور مستورات کو پردے کے پیچھے کہ وہاں ان کا کوئی محرم بھی ہو، رومال وغیرہ سے بیعت کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔۔۔۔۔

یہ بیان تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہونے کا ہے

اور جو شخص شیخ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے وہ وہیں سے بذریعہ خط و کتابت یا بواسطہ شخص معتبر بیعت ہو سکتا ہے اور اس کو بیعت عثمانی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بموقعہ بیعت رضوان بعد موجدگی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ پر داپنے دست مبارک کو رکھ کر فرمایا کہ میں نے عثمان کو بیعت کر لیا۔
(شریعت و تصوف ص ۱۰ تا ص ۲)

واللہ سبحانہ اعلم
بندہ محمود اشرف عثمانی غفرلہ
دارالافتاء۔ جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۲
۱۴۱۲/۲/۴ھ

الحق اشرف
احقر نور الحق عثمانی غفرلہ
۱۴۱۲ - ۲ - ۴



تصوف سے متعلق چند کلماتِ حکمت

از حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی ^{رحمۃ اللہ علیہ}

(ماخوذ از مآثر حکیم الامت)

۱۔ ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا: کچھ اعمال مامور بہا ہیں۔ ظاہرہ بھی، باطنہ بھی، ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ مشائخ طریق، طالب کے حالات میں ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانتِ طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔ (ص ۱۵)

۲۔ ایک طالب کو تحریر فرمایا: اس طریق میں مقصود تو بجا اللہ معلوم ہے یعنی رضائے حق۔ اب دو چیزیں رہ گئیں طریق کا علم اور اس پر عمل۔ سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی۔

اور اس طریق کی معین (مددگار) دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس قدر پر دوام ہو سکے۔ دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے ممکن ہو۔ اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے۔ اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع (رکاوٹ) ہیں معاشی اور فشوولی میں مشغولی۔

اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے۔ یعنی اطلاع حالات کا

التزام، اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے حسب اختلاف استعداد، مقصود
میں دیر سویر ہوتی ہے۔۔۔۔۔ میں سب کچھ لکھ چکا۔ (ص ۱۵۶)

۳۔ فرمایا کہ میں اپنے متعلقین یعنی جو لوگ میرے ذریعہ سے داخل سلسلہ ہیں ان کے
لئے اوراد و وظائف و اذکار و اشغال کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں کرتا جتنا اخلاق
کی درستی کا اہتمام کرتا ہوں۔ اخلاق کا استوارنا نہایت ضروری ہے اس
لئے اس کی زیادہ تاکید کی جاتی ہے۔۔۔۔۔ اس زمانے میں اکثر لوگ
اخلاق درست نہیں کرتے ہاں وظائف کے پابند ہو جاتے ہیں۔ (ص ۱۴۹)

۴۔ ایک مرتبہ حضرت والا نے طریق باطن کے تمام مقامات کا تذکرہ فرمایا تعلق مع اللہ
اور درویشی کی راہ میں چلنے والوں کے حالات کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا:
سب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات ادا ہو جائیں۔ احکامات الہیہ کی
تعمیل ہو جائے۔ حقوق العباد کی اہمیت واضح ہو جائے۔ بس اگر درویشی کا
حاصل یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ (ص ۱۲۹)

۵۔ ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی وظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی
اور معاصی سے اجتناب میسر ہو۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ: طاعات و معاصی دونوں
امور اختیار یہ ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں۔ رہا طریقہ سو وہ طریقہ امور
اختیار یہ میں سب استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے
لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت نفس (یعنی نفس سے مقابلہ کرنا)

اس کو ہمیشہ عمل میں لانے (لاتے رہنے) سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی ہے۔ میں
نے تمام فن لکھ دیا۔ آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں۔ ایک بعض امراض نفسانیہ
کی تشخیص دوسرے بعض طریق مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے فقط (ص ۱۶۹)
۶۔ فرمایا: اس طریق کا حاصل نفس کا تزکیہ ہے اور جس چیز سے تزکیہ کیا جاتا ہے
وہ دو چیزیں ہیں شہوت اور کبر اور ان کا علاج کسی کامل بزرگ کی صحبت ہے